حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: البرکۃ مع اکابرکم

برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہے (رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

تحقیقی، علمی و اصلاحی

رسالہ

دفاعِ اسلاف

الہند

شمارہ نمبر

۲۹

فہرستِ مضامین

* عیدین کی رات میں عبادت کرنا، احادیث و آثار سے ثابت ہے۔ [قسط ۲]

[اس رات میں اسلافِ امت کا عبادت کرنا ثابت ہے]

* امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کی روایات میں، امام المغیرۃ بن مقسمؒ (م ۱۳۶ھ) کا مقام۔

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب دامت برکاتہم

عیدین کی رات میں عبادت کرنا،

أحادیث وآثار سے ثابت ہے۔[قسط ۲]

[اس رات میں اسلافِ امت کا عبادت کرنا ثابت ہے]

- مفتی ابن اسماعیل مدنی
- مولانا عبد الرحیم قاسمی
- ڈاکٹر ابو محمد شہاب علوی

عیدین کی رات میں عبادت کرنا، اسلافِ امت سے ثابت ہے، چنانچہ

حوالہ نمبر''۱'': [حضرت ابن عمرؓ کا عید کی رات میں عبادت کرنا]

- الحافظ الکبیر، امام عبد الرزاق الصنعانیؒ (م۲۱۱ھ) نے کہا:

عن معمر، عن أيوب، عن نافع قال: كان ابن عمر يبيت في المسجد ليلة الفطر۔

حضرت ابن عمرؓ، عید الفطر کی رات کو مسجد میں عبادت کرتے تھے۔ (**مصنف عبد الرزاق: حدیث نمبر ۵۷۵۴**)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام عبد الرزاق الصنعانیؒ (م۲۱۱ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، مصنف ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۴۰۶۴**)،

نوٹ:

اگر چہ، امام عبد الرزاق الصنعانیؒ (م۲۱۱ھ) مدلس ہے، مگر ان کے متابع میں امام شافعیؒ (م۲۰۴ھ) نے بھی، ابن عمرؓ سے یہی روایت ذکر کی ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ

''**وبلغنا أن ابن عمر: كان يحيي ليلة جمع، وليلة جمع هي ليلة العيد لأن صبيحتها النحر**''۔

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ابن عمر جمع کی رات کو عبادت کرتے تھے، اور لیلۃ الجمع (جمع کی رات) سے مراد عید کی رات ہے، کیونکہ اس کی صبح قربانی کا دن (یعنی یوم النحر) ہوتا ہے۔ (کتاب الام: ج۱: ص ۲۶۴)،

اس لحاظ سے امام عبدالرزاقؒ کا ''عنعنہ'' پر اعتراض باطل ہے۔

(۲) معمر بن راشد الازدیؒ (م ۱۵۴ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، فاضل ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب: رقم ۶۸۰۹)

(۳) ایوب بن کیسان السختیانیؒ (م ۱۳۱ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، حجت ہیں۔ (تقریب: رقم ۶۰۵)،

(۴) نافع، ابوعبداللہ مولی ابن عمرؒ (م ۱۱۷ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، فقیہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۷۰۸۶)،

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م ۷۴ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (تقریب: رقم ۳۴۹۰)،

حکم:

اس سند کے تمام روات ثقہ اور سند بالکل صحیح ہے۔

متابع نمبر ''۱'':

بدائع الفوائد میں حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) نے امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) کے قول کی تائید میں کہا:

''لما روی مالك بن دینار عن سالم عن ابن عمر کان یحیی لیلۃ العید''۔

حضرت ابن عمرؓ، عید کی رات عبادت کرتے تھے۔ (بدائع الفوائد: ج۴: ص ۱۱۰)،

سند کی تحقیق:

مالک بن دینارؒ (م ۱۳۰ھ) سنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب: رقم ۶۴۳۵)، سالم بن عبداللہ بن عمرؒ (م ۱۰۶ھ) بھی ثبت، عابد، فقیہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۱۷۶)، حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م ۷۴ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (تقریب: رقم ۳۴۹۰)، یعنی یہ معلق روایت کی سند صحیح ہے۔

حوالہ نمبر ''۲'': [اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ، عیدین کی رات میں عبادت کے قائل تھے]

- امام ابوبکر ابن ابی شیبۃ الکوفیؒ (م ۲۳۵ھ) نے کہا:

حدثنا وكيع، عن سفيان، عن مغيرة، عن أبي معشر، عن إبراهيم، قال: كانوا يستحبون للمعتكف أن يبيت ليلة الفطر في مسجده، حتى يكون غدوه منه۔

حضرت ابراہیم النخعیؒ نے کہا: اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ، معتکف کے لیے مستحب سمجھتے تھے کہ وہ عید الفطر کی رات اپنے مسجد میں گزارے، تاکہ وہ (عید کی) صبح وہیں سے نکلے۔ (**مصنف ابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۹۶۷۹، ت عوامۃ**)،

نوٹ نمبر "۱":

مشہور فقیہ، حافظ موفق الدین، ابن قدامۃ المقدسیؒ (م ۶۲۰ھ) نے کہا:

"ومن اعتكف العشر الأخير من رمضان استحب أن يبيت ليلة الفطر في معتكفه، ثم يخرج من المصلى في ثياب اعتكافه، لأن أبا قلابة وأبا بكر بن عبد الرحمن وأبا مجلز والمطلب بن حنطب وإبراهيم النخعي كانوا يستحبون ذلك، ولأنها ليلة تتلو العشر ورد الشرع بالترغيب في قيامها والعبادة فيها، فأشبهت ليالي العشر، والله سبحانه وتعالى أعلم"۔

اور جس شخص نے رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا ہو، اُس کے لیے مستحب ہے کہ وہ عید الفطر کی رات اپنے اعتکاف کی جگہ میں عبادت کے ساتھ گزارے، پھر عید کی نماز کے لیے اپنی اعتکاف کی حالت میں (یعنی اُسی لباس میں) عیدگاہ سے نکلے؛ کیونکہ ابو قلابۃ، ابوبکر بن عبدالرحمن، ابومجلز، مطلب بن حنطب اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ اس عمل کو مستحب سمجھتے تھے۔ اور اس لیے بھی کہ یہ رات عشرہ آخرہ کے بعد آتی ہے، اور شریعت نے اس رات کے قیام اور عبادت کی ترغیب دی ہے، تو یہ رات بھی عشرہ آخرہ کی راتوں کی مانند ہوگئی، واللہ اعلم۔ (**الکافی فی فقہ الامام احمد: ج۱: ص ۴۶۲**)،[۱]

اس سے معلوم ہوا کہ اس رات کی فضیلت کی وجہ سے بھی، مسجد میں قیام کو مستحب کہا گیا ہے۔

نوٹ نمبر "۲":

حضرت ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کا "عنعنہ" اور "مراسیل"، ائمہ محدثین کے نزدیک حجت ہیں۔ (**مجلہ الاجماع: ش ۱۲: ص ۱**)،

---

(۱) حافظ ابن قدامہؒ کے قول "تو یہ رات بھی عشرہ آخرہ کی راتوں کی مانند ہوگئی" کی طرح، امام مجاہدؒ (م ۱۰۴ھ) کا بھی یہی قول ہے، جس کی تفصیل ص: ۷، پر موجود ہے۔

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوبکر ابن ابی شیبۃ الکوفیؒ (م ۲۳۵ھ) صحیح بخاری وسنن اربع کے راوی اور ثقہ، حافظ، صاحبِ تصانیف ہیں۔ (تقریب: رقم ۳۵۷۵)،

(۲) وکیع بن الجراحؒ (م ۱۹۸ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، عابد ہیں۔ (تقریب: رقم ۷۴۱۴)،

(۳) سفیان بن سعید الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، فقیہ، حجت، عابد ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۴۴۵)،

(۴) المغیرۃ بن مقسم الکوفیؒ (م ۱۳۶ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، متقن ہیں۔ (تحریر تقریب: رقم ۶۸۵۱)،

نوٹ:

ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کی روایات میں، حافظ المغیرۃ بن مقسم الکوفیؒ (م ۱۳۶ھ) کا ''عنعنہ'' مقبول ہیں۔ (دیکھئے ص ۱۴)،

(۵) زیاد بن کلیب، ابو معشر الکوفیؒ (م ۱۲۰ھ) صحیح مسلم وسنن ثلاثہ ماخلا ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۰۹۶)،

(۶) ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، فقیہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۷۰، سیر: ج ۴: ص ۵۲۰)،

حکم:

اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے۔

حوالہ نمبر ''۳'': [ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث القرشی المخزومیؒ (م ۹۴ھ) بھی اس رات کی فضیلت کے قائل تھے]

- حافظ موفق الدین، ابن قدامۃ المقدسیؒ (م ۶۲۰ھ) نے کلام میں ہے کہ

''ومن اعتكف العشر الأخير من رمضان استحب أن يبيت ليلة الفطر في معتكفه، ثم يخرج من المصلى في ثياب اعتكافه؛ لأن أبا قلابة وأبا بكر بن عبد الرحمن وأبا مجلز والمطلب بن حنطب وإبراهيم النخعي كانوا يستحبون ذلك، ولأنها ليلة تتلو العشر ورد الشرع بالترغيب في قيامها والعبادة فيها، فأشبهت ليالي العشر، والله سبحانه وتعالى أعلم''۔

اور جس شخص نے رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا ہو، اُس کے لیے مستحب ہے کہ وہ عید الفطر کی رات اپنے اعتکاف کی جگہ میں گزارے، پھر عید کی نماز کے لیے اپنی اعتکاف کی حالت میں (یعنی اُسی لباس میں) عیدگاہ سے نکلے؛ کیونکہ ابو قلابۃ، ابوبکر بن عبدالرحمن، ابومجلز، مطلب بن حنطب اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ اس عمل کو مستحب سمجھتے تھے۔۔۔۔۔۔۔ (الکافی فی فقہ الامام احمد: ج۱: ص ۴۶۲)،

یعنی اس رات میں عبادت کے قائلین میں ثقہ، امام ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث القرشی المخزومیؒ (م ۹۴ھ) بھی ہیں۔

حوالہ نمبر "۴": [مشہور تابعی، عبدالرحمٰن بن الاسودؒ (م ۹۹ھ) عید کی رات میں عبادت کرتے تھے]

- امام ابوبکر ابن ابی شیبۃ الکوفیؒ (م ۲۳۵ھ) نے کہا:

حدثنا حفص، عن الحسن بن عبید اللہ، قال: کان عبد الرحمن بن الأسود یقوم بنا لیلۃ الفطر۔

حضرت الحسن بن عبیداللہؒ (م ۱۳۹ھ) نے کہا: عبدالرحمٰن بن الاسودؒ (م ۹۹ھ) ہمارے ساتھ، عید الفطر کی رات میں عبادت کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۷۷۳۷، ت عوامۃ)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوبکر ابن ابی شیبۃ الکوفیؒ (م ۲۳۵ھ) صحیح بخاری وسنن اربع کے راوی اور ثقہ، حافظ، صاحبِ تصانیف ہیں۔ (تقریب: رقم ۳۵۷۵)،

(۲) حفص بن غیاثؒ (م ۱۹۵ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، فقیہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۱۴۳۰)،

(۳) الحسن بن عبیداللہ النخعیؒ (م ۱۳۹ھ) صحیح مسلم وسنن اربع کے راوی اور ثقہ، فاضل ہیں۔ (تقریب: رقم ۱۲۵۴)،

(۴) عبدالرحمٰن بن الاسود بن یزید النخعیؒ (م ۹۹ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۳۸۰۳)،

حکم:

اس سند کے تمام روات ثقہ اور سند صحیح ہے۔

حوالہ نمبر "۵": [مشہور تابعی، امیر المومنین، عمر بن عبدالعزیزؒ (م ۱۰۱ھ) کا عیدین وغیرہ کی رات میں عبادت کا حکم دینا]

- الحافظ الکبیر، امام اسماعیل بن محمد الملقب بقوام السنۃؒ (م ۵۳۵ھ) نے کہا:

أخبرنا عبد الواحد بن علي بن فهد ببغداد، أنبأ أبو الفتح بن أبي الفوارس، ثنا عمر بن أحمد الوراق، ثنا محمد بن هارون بن عبد الله، ثنا محمد بن يحيى الأزدي، ثنا محمد بن هانئ، ثنا عبد الله بن أبي سنان، عن أبيه، عن الزهري قال: كتب عمر بن عبد العزيز إلى عدي بن أرطأة وهو عامله على البصرة: ((أن عليك بأربع ليال من السنة، فإن الله -عز وجل- يفرغ فيهن الرحمة إفراغا، أول ليلة من رجب، وليلة النصف من شعبان، وليلة الفطر، وليلة الأضحى)).

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ''عدی بن أرطاۃ'' - جو کہ ان کے (گورنر) بصرہ تھے، ان - کو خط لکھا:

تم پر سال کے چار راتوں کا خاص خیال رکھنا لازم ہے، کیونکہ اللہ عزوجل ان راتوں میں اپنی رحمت کو خوب نازل فرماتا ہے: رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرہویں رات، عید الفطر کی رات، اور عید الاضحیٰ کی رات۔ (**الترغیب والترہیب لقوام السنۃ: ج ۲: ص ۳۹۳، حدیث نمبر ۱۸۵۱**)، [۱]

سند کی تحقیق:

(۱) امام اسماعیل بن محمد الملقب بقوام السنۃؒ (م ۵۳۵ھ) مشہور حافظ الحدیث، إمام في التفسير، والحديث ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج ۱۱: ص ۶۲۳**)،

(۲) عبد الواحد بن علی بن محمد بن فہد، ابو القاسم ابن العلاف البغدادیؒ (م ۴۸۶ھ) ثقہ، مامون ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج ۱۰: ص ۵۶۴**)،

(۳) حافظ ابو الفتح بن ابی الفوارس، محمد بن احمد بن محمد بن فارس البغدادیؒ (م ۴۱۲ھ) ثقہ، حافظ، ناقد ہیں۔ (**الروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم: ج ۲: ص ۸۹۳**)،

(۴) حافظ عمر بن احمد، ابو حفص ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ) ثقہ، محدث ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج ۸: ص ۵۸۰**)،

(۵) محمد بن ہارون بن عبد اللہ، ابو حامد الحضرمی البغدادیؒ (م ۳۲۱ھ) ثقہ، امام ہیں۔ (**الدلیل المغنی لشیوخ الدارقطنی:**

---

(۱) الترغیب والترہیب لقوام السنۃ کے مطبوعہ نسخہ میں ''عبد اللہ بن ابی سنان عن ابیہ عن الزہری'' کے بجائے ''عبد اللہ بن ابی سباق عن الزہری'' آ گیا ہے، (**الترغیب والترہیب لقوام السنۃ: ج ۲: ص ۳۹۳، حدیث نمبر ۱۸۵۱**) جو کہ کاتب کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ صحیح وہی ہے، جس کی تصریح ''غنیۃ الملتمس ایضاح الملتبس: **ص ۲۳۹**'' پر موجود ہے۔ واللہ اعلم

ص۴۶۱)،

(۶) محمد بن یحیی بن عبدالکریم، ابوعبداللہ الازدیؒ (م۲۵۲ھ) بھی ثقہ راوی ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج۶: ص۲۰۴)،

(۷) محمد بن ہانی، ابوعمر والطائیؒ (م قبل ۲۲۰ھ) صدوق ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج۵: ص۴۵۳، تاریخ بغداد: ج۴: ص۵۸۷)،

(۸) عبداللہ بن ابی سنانؒ یعنی عبداللہ بن ضرار بن مرۃ الشیبانیؒ سے محمد بن ہانی، ابوعمر والطائیؒ (م قبل ۲۲۰ھ) نے روایت لی ہے۔(غنیۃ الملتمس ایضاح الملتبس: ص۲۳۹)، اوران کی کوئی توثیق نہیں ملی۔

(۹) ان کے والدِ گرامی، ضرار بن مرۃ الشیبانیؒ (م۱۳۲ھ) سنن الترمذی والنسائی کے راوی اور ثقہ، ثبت ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۹۸۳)،

(۱۰) امام محمد بن مسلم، ابن شہاب الزہریؒ (م۱۲۵ھ) کتب ستہ کے مرکزی راوی ہے اور متفق علیہ طور پر ثقہ، حافظ، فقیہ ہیں۔(تقریب: رقم ۶۲۹۶)،

(۱۱) عمر بن عبدالعزیز الامویؒ (م۱۰۱ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور مشہور امیر المومنین اور الخلیفۃ الراشد ہیں۔(تقریب: رقم ۴۹۴۰)،

حکم:

اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، البتہ عبداللہ بن ابی سنان یعنی عبداللہ بن ضرار بن مرۃؒ کی توثیق نہیں ملی، لیکن دیگر آثار کی تائید کی وجہ سے، اتنا ضعف قابل تحمل ہے، خاص طور سے جب کہ حدیث مقطوع ہو۔ واللہ اعلم

حوالہ نمبر ''۶'': [مشہور امام التفسیر، امام مجاہدؒ (م۱۰۴ھ) کا قول: کہ عید کی رات، آخری عشرے کی راتوں کی طرح ہے]

- امام مجاہدؒ (م۱۰۴ھ) نے کہا:

لیلۃ الفطر کلیلۃ من لیالي العشر الأواخر یعني في فضلھا۔

فضیلت میں عید کی رات، رمضان کے آخری عشرے کی راتوں کی طرح ہے۔(مختصر قیام اللیل للمروزی: ص۲۶۲)،

حوالہ نمبر ''۷'': [مشہور فقیہ، تابعی، حضرت ابومجلز البصری ؒ (م ۱۰۶ھ) بھی عید کی رات میں عبادت کے قائل ہیں]

- امام ابوبکر ابن ابی شیبۃ الکوفی ؒ (م ۲۳۵ھ) نے کہا:

حدثنا وكيع، عن عمران، عن أبي مجلز، قال: بت ليلة الفطر في المسجد الذي اعتكفت فيه، حتى يكون غدوك إلى مصلاك منه۔

حضرت ابومجلز، لاحق بن حمید البصری ؒ (م ۱۰۶ھ) نے کہا: عید الفطر کی رات اُس مسجد میں گزارو، جس میں تم نے اعتکاف کیا ہے، تاکہ تمہارا، عید کی نماز کے لیے جانا بھی وہیں سے ہو۔ (**مصنف ابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۷۷۲۹، ت عوامۃ**)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوبکر ابن ابی شیبۃ الکوفی ؒ (م ۲۳۵ھ) اور

(۲) وکیع بن الجراح ؒ (م ۱۹۸ھ) کا تعارف گزر چکا۔

(۳) عمران بن حدیر، ابوعبیدۃ البصری ؒ (م ۱۴۹ھ) صحیح مسلم وسنن ثلاثہ ماخلا ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں، ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۱۴۸**)،

(۴) ابومجلز، لاحق بن حمید البصری ؒ (م ۱۰۶ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، امام ہیں۔ (**تقریب: رقم ۷۴۹۰، الکاشف**)،

حکم:

اس سند کے تمام روات ثقہ اور سند صحیح ہے۔

حوالہ نمبر ''۸'': [حضرت ابوقلابہ ؒ (م ۱۰۴ھ) بھی اس رات میں عبادت کرتے تھے]

- المغنی لابن قدامۃ میں ہے کہ

وروى الأثرم، بإسناده عن أيوب، عن أبي قلابة، أنه كان يبيت في المسجد ليلة الفطر، ثم يغدو كما هو إلى العيد۔

حضرت ابوقلابہ، عبداللہ بن زید بن عمرو البصری ؒ (م ۱۰۴ھ)، عید الفطر کی رات مسجد میں قیام کرتے، پھر اسی

حالت میں عید کی نماز کے لیے روانہ ہوتے۔(**المغنی لابن قدامۃ: ج۳: ص۲۰۸**)،

حکم:

اس معلق سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حوالہ نمبر''۹'': [مشائخ اہل مدینہ بھی، اس رات میں عبادت کرتے تھے]

- امام شافعیؒ (م۲۰۴ھ) نے کہا:

أخبرنا إبراهيم بن محمد قال رأيت مشيخة من خيار أهل المدينة يظهرون على مسجد النبي - صلى الله عليه وسلم - ليلة العيد فيدعون ويذكرون الله حتى تمضي ساعة من الليل۔

ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی الاسلمی (م۱۹۱ھ) نے کہا:

میں نے مدینہ کے کئی بزرگوں کو دیکھا کہ وہ عید کی رات مسجد نبوی ﷺ میں آتے، اور دعا کرتے اور اللہ کا ذکر کرتے رہتے یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گزر جاتا۔(**کتاب الام: ج۱: ص۲۶۴**)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (م۲۰۴ھ) سنن اربع کے راوی اور ثقہ، امام، ناصر الحدیث ہیں۔(**تقریب: رقم ۵۷۱۷، الکاشف: رقم ۴۷۱۰**)،

(۲) ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی الاسلمی (م۱۹۱ھ) پر کلام کیا گیا ہے، مگر متابع وشواہد میں قابل ذکر ہے۔(**دیکھئے ص:**)،

حکم:

ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی الاسلمی (م۱۹۱ھ) کے ضعف کے باوجود، یہ روایت متابع کی وجہ سے، مقبول ہے۔

حوالہ نمبر''۱۰'': [امام عبداللہ بن المبارکؒ (م۱۸۱ھ) کا ارشاد]

- امام ابوعبداللہ، الحسین بن الحسن بن حرب السلمی المروزیؒ (م۲۴۶ھ) نے کہا:

قال: سمعت ابن المبارك، يقول: بلغني أنه من أحيا ليلة العيد أو العيدين لم يمت قلبه حين تموت القلوب۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ (م۱۸۱ھ) نے کہا:

مجھے یہ پہنچا ہے کہ جو شخص عید کی ایک رات یا دونوں عیدوں کی رات کو عبادت کرے گا، اس کا دل اُس وقت نہیں مرے گا، جب [سب کے] دل مردہ ہوں گے۔ (**البر والصلۃ للحسین بن حرب: ص ۳۳، حدیث نمبر ۶۳**)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوعبداللہ، الحسین بن الحسن بن حرب السلمی المروزیؒ (م۲۴۶ھ) ثقہ ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۱۳۱۵**)،

(۲) عبداللہ بن المبارکؒ (م۱۸۱ھ) کتب ستہ کے راوی اور مشہور ثقہ، ثبت، حافظ، بلکہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ (**تقریب: رقم ۳۵۷۰**، وغیرہ)،

حکم:

یہ سند صحیح ہے۔

حوالہ نمبر "۱۱": [امام شافعیؒ (م۲۰۴ھ) کا قول]

- امام شافعیؒ (م۲۰۴ھ) نے کہا:

وبلغنا أنه كان يقال: إن الدعاء يستجاب في خمس ليال في ليلة الجمعة، وليلة الأضحى، وليلة الفطر، وأول ليلة من رجب، وليلة النصف من شعبان۔

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ: دعا پانچ راتوں میں قبول ہوتی ہے جمعہ کی رات، عید الاضحیٰ کی رات، عید الفطر کی رات، رجب کی پہلی رات، اور شعبان کی پندرہویں رات۔ (**کتاب الام للشافعی: ج۱: ص ۲۶۴**)،

حوالہ نمبر "۱۲": [امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) کے نزدیک، اس رات میں عبادت مستحب ہے]

- بدائع الفوائد لابن القیم میں ہے کہ

وعنه أبو طالب أنه قال في الجماعة يقومون ليلة العيد إلى الصباح يجمعون؟ قال: "من فعل ذلك هو زيادة خير كان عبد الرحمن بن الأسود يعتكف فيقوم ليلة العيد إلى الصباح من فعله فحسن ومن لم يفعله

فليس عليه شيء۔

اورابوطالب کی روایت میں امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) سے، ایک جماعت کے بارے میں سوال کیا گیا، جو ایک جگہ جمع ہوکر، عید کی رات میں صبح تک عبادت کرتے ہیں، توانہوں نے کہا: جوشخص ایسا کرے، وہ ایک اچھائی کا اضافہ کرے گا، آگے کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن الاسودؒ، عید کی رات اعتکاف کرتے اور صبح تک عبادت میں مشغول رہتے۔ جو شخص ایسا کرے، وہ اچھا ہے، اور جو نہ کرے، اس پر کوئی گناہ نہیں۔

اس کی تائید میں حافظ ابن القیمؒ (م۷۵۱ھ) نے آگے کہا:

لما روى مالك بن دينار عن سالم عن ابن عمر "كان يحيي ليلة العيد۔

یہ اس وجہ سے، کہ مالک بن دینار نے سالم سے نقل کیا کہ ابن عمرؓ عید کی رات میں عبادت کرتے تھے۔ (**بدائع الفوائد: ج۴: ص۱۱۰، نیز دیکھئے ص: ۲**)،

معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) اور حافظ ابن القیمؒ (م۷۵۱ھ) بھی اس رات کی فضیلت کے قائل ہیں۔

حوالہ نمبر ''۱۳'' اور ''۱۴'': [امام ابن ماجہ القزینیؒ (م۲۷۳ھ) اور امام محمد بن نصر المروزیؒ (م۲۹۴ھ) وغیرہ بھی، اس رات کی فضیلت کے قائل ہیں]

امام ابن ماجہ القزینیؒ (م۲۷۳ھ) نے باب باندھا:

''باب فيمن قام ليلتي العيدين''۔

دونوں عید کی رات میں عبادت کرنے والے شخص کے بیان میں۔

اور کہا: حدثنا أبو أحمد المرار بن حمويه، حدثنا محمد بن المصفى، حدثنا بقية بن الوليد، عن ثور بن يزيد، عن خالد بن معدان عن أبي أمامة، عن النبي - صلى الله عليه وسلم -، قال: من قام ليلتي العيدين محتسبا لله، لم يمت قلبه يوم تموت القلوب۔ (**سنن ابن ماجہ: ج۲: ص۶۵۸، حدیث نمبر ۱۷۸۲، ت الانؤوط**)،

اس روایت کی تحقیق، مجلہ دفاع اسلاف: **اشاعت نمبر ۲۸: ص۱**، پر موجود ہے۔

اسی طرح، مشہور ثقہ، امام، حافظ، محمد بن نصر المروزیؒ (م۲۹۴ھ) نے بھی باب باندھا:

''باب قیام لیلۃ العید''۔

عید کی رات، عبادت کرنے کے بیان میں۔(**مختصر قیام اللیل للمروزی: ص ۲۶۲**)،

لہذا ان ابواب کی وجہ سے، معلوم ہوا کہ امام ابن ماجہ القزوینیؒ (م ۲۷۳ھ) اور حافظ، محمد بن نصر المروزیؒ (م ۲۹۴ھ) کے نزدیک بھی، اس رات میں عبادت کرنی چاہئے۔

نوٹ:

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور متقدمین ائمہ کی ایک جماعت، عید یا عیدین کی رات میں عبادت کے قائل ہیں۔

حوالہ نمبر ''۱۵'': [مذاہب اربع، اس رات کی فضیلت کے قائل ہیں]

- فقہ حنفی کی کتاب میں ہے:

''وندب إحياء ليلة العيدين الفطر والاضحى لحديث من أحيا ليلة العيد أحيا قلبه يوم تموت القلوب''

یعنی مستحب ہے، عیدین کی راتوں کو زندہ کرنا مذکورہ بالا حدیث کی وجہ سے۔(**مراقی الفلاح: ص ۱۵۰**)

- فقہ مالکی کی کتاب میں ہے:

''(وندب)۔۔۔(إحياء ليلته) أي العيد بالعبادة من صلاة وقراءة قرآن وذكر واستغفار''۔(**منح الجلیل شرح مختصر الخلیل: ج ۱: ص ۴۶۳**)

- فقہ شافعی کی کتاب میں ہے:

''ويستحب ليلتي العيد بالعبادة''۔(**نہایۃ المحتاج إلی شرح المنہاج: ج ۲: ص ۳۹۷**)

- فقہ حنبلی کی کتاب میں ہے کہ:

''(إن كان المعتكف فرغ من اعتكافه قبل ليلة العيد، استحب له المبيت ليلة العيد في المسجد) ليحييها''

رمضان کے اخیری عشرہ کا اعتکاف کرنے والے اور عید کی رات مسجد ہی میں بتانا مستحب ہے تاکہ اس رات کو

عبادت کے ذریعہ زندہ کرے۔(**کشف القناع عن متن الاقناع: ج ۲: ص ۵۲**)

* بلکہ اس حدیث پر عمل کرنے پر فقہاء کا اتفاق نقل کیا گیا ہے، چنانچہ ''**الموسوعة الكويتية**'' میں ہے کہ

''**اتفق الفقهاء على انه يندب قيام ليلتى العيدين لقوله ﷺ: من قام ليلتى العيدين محتسبا لله لم يمت قلبه يوم تموت القلوب**''

فقہاء کا اتفاق ہے کہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے عیدین کی رات کو عبادت کے ذریعہ زندہ کیا جائے۔(**الموسوعۃ الکویتیہ: ج ۳۴: ص ۱۲۳**)

خلاصہ:

عیدین کی رات کی فضیلت، جب احادیث کے ساتھ، خیر القرون کے افراد سے بھی ثابت ہیں، تو اس کے بعد بھی، اس کی فضیلت کا انکار، صحیح نہیں ہوگا، واللہ اعلم۔

امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کی روایات میں، امام المغیرۃ بن مقسمؒ (م ۱۳۶ھ) کا مقام۔

ائمہ کے نزدیک، ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کی روایات میں، ثقہ، حافظ، مجتہد، امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) کے بعد، حافظ المغیرۃ بن مقسمؒ (م ۱۳۶ھ) ثقہ اور اعلم ہیں، چنانچہ

- امام شعبۃ بن الحجاجؒ (م ۱۶۰ھ) نے کہا: ''أحفظ من حماد بن أبی سلیمان''۔
- حافظ ابوبکر بن عیاشؒ (م ۱۹۴ھ) نے کہا: ''کان مغیرۃ من أفقههم''۔
- امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے کہا: ''و کان إبراهيم صاحب سنة ذكيا حافظا''۔
- امام ابوالحسن العجلیؒ (م ۲۶۱ھ) نے کہا: ''مغيرة ثقة فقيه الحديث، إلا أنه كان يرسل الحديث عن إبراهيم، و إذا وقف أخبرهم ممن سمعه، و كان من فقهاء أصحاب إبراهيم''۔ (تہذیب الکمال: ج ۲۸: ص ۳۹۹)،
- حافظ شمس الدین، ابوالخیر، ابن الجزریؒ (م ۸۳۳ھ) نے کہا: ''وروى عن إبراهيم النخعي وأكثر روايته عنه''۔ (غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء: ج ۲: ص ۳۰۶)،
- امام علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں کہ ''ومغيرة كان أعلم الناس بإبراهيم ما سمع منه وما لم يسمع، لم يكن أحد أعلم به منه حمل عنه وعن أصحابه، ثم كان أبو معشر و حماد، و حماد فوق أبي معشر''۔ (المعرفۃ والتاریخ: ج ۳: ص ۱۵)،

یعنی امام علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) کے نزدیک، ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کے سلسلے میں اعلم الناس، مغیرۃ بن مقسمؒ (م ۱۳۶ھ) اور پھر حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) ہیں۔

- لیکن ابراہیم بن عبداللہ بن الجنیدؒ کہتے ہیں کہ

''قلت ليحيى بن معين: مغيرة أحب إليك أو حماد بن أبي سليمان؟ فقال يحيى بن معين: أنا سمعت يحيى بن سعيد يقول: (حماد بن أبي سليمان أحب إلي من مغيرة)، فقلت ليحيى بن معين: (وأنت، مغيرة

أحب إليك أو حماد؟)، قال: حماد أحب إلي، كما قال يحيى، قلت ليحيى بن معين: في إبراهيم؟ قال: في إبراهيم وغيره"۔

میں نے یحییٰ بن معین سے کہا: مغیرہ آپ کو زیادہ پسند ہیں یا حماد بن ابی سلیمان، تو یحییٰ بن معینؒ نے کہا: میں نے یحییٰ بن سعید کو کہتے سنا کہ حماد بن ابی سلیمان مجھے مغیرہ سے زیادہ پسند ہیں، تو میں نے یحییٰ بن معینؒ سے کہا: آپ کے نزدیک مغیرہ زیادہ پسندیدہ ہیں یا حماد؟ تو انہوں نے کہا حماد مجھے زیادہ پسند ہیں، جیسا کہ یحییٰ بن سعید القطانؒ نے کہا، میں نے یحییٰ بن معینؒ سے کہا: ابراہیم کے باب میں؟ تو انہوں نے کہا: ابراہیم اور غیر ابراہیم دونوں کے باب میں۔ (سؤالات ابن الجنید: رقم ۲۸۵)

- ثقہ، ثبت، امام اسحاق بن منصور الکوسجؒ (م ۲۵۱ھ) کہتے ہیں کہ

"عن يحيى بن معين أنه سئل عن مغيرة وحماد أيهما أثبت؟ قال: حماد: وقال: حماد بن أبي سليمان ثقة"

ابن معینؒ (م ۲۳۳ھ) سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ حمادؒ اور مغیرہؒ میں سے کون زیادہ اثبت ہیں؟؟ تو انہوں نے کہا: حماد اور حمادؒ ثقہ ہیں۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج ۳: ص ۱۴۷)،

معلوم ہوا کہ ابراہیم النخعیؒ کی روایت میں ان دونوں ائمہ، یعنی، امام یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) اور امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) کے نزدیک حمادؒ (م ۱۲۰ھ) اثبت ہیں، اور پھر مغیرۃ بن مقسمؒ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کی روایات میں مشہور، معروف، مکثر، اثبت الناس اور اعلم الناس میں مغیرۃ بن مقسمؒ (م ۱۳۶ھ) بھی شامل ہیں۔

اور امام عبداللہ بن زبیر الحمیدیؒ (م ۲۱۹ھ) کہتے ہیں کہ

"وإن كان رجل معروفا بصحبة رجل والسماع منه، مثل ابن جريج عن عطاء أو هشام بن عروة عن أبيه وعمرو بن دينار عن عبيد بن عمير، ومن كان مثل هؤلاء في ثقتهم، ممن يكون الغالب عليه السماع ممن حدث عنه، فأدرك عليه أنه أدخل بينه وبين من حدث رجلا غير مسمى، أو أسقطه، ترك ذلك الحديث الذي أدرك عليه فيه أنه لم يسمعه، ولم يضره ذلك في غيره، حتى يدرك عليه فيه مثل ما أدرك عليه في هذا، فيكون مثل المقطوع"

اگر کوئی مدلس راوی کسی استاد کی صحبت اور اس سے روایت کرنے میں معروف ہے مثلاً ابن جریج عن عطاء، ہشام بن عروۃ عن ابیہ اور عمرو بن دینار عن عبید بن عمیر وغیرہ۔

لہذا جو کوئی راوی اپنے ثقہ شیخ سے اس طرح ہو، کہ وہ اپنے شیخ سے روایت کرنے میں مکثر ہو، پھر وہ راوی اپنے اور شیخ سے روایت کرنے میں نامعلوم فرد کو داخل کرے، تو صرف نامعلوم فرد والی روایت کو ترک کیا جائے گا اور اس نامعلوم فرد کی روایت سے، اس راوی کی دیگر روایات کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، یہاں تک کہ وہ نامعلوم فرد دیگر روایت میں آجائے تو وہ نامعلوم فرد کی روایت، منقطع روایت کی طرح ہوگی۔ (**الکفایۃ للخطیب: ص ۳۷۴، وسندہ صحیح**)

- قریب قریب یہی بات، امام ابوالحسین، مسلم بن الحجاج القشیریؒ (م ۲۶۱ھ) نے بھی کہی ہے۔ (**صحیح مسلم: ج ۱: ص ۳۰، ت فوائد عبدالباقی**)[۱]

لہذا اس اصول کی روشنی میں اگر حافظ مغیرۃ بن مقسمؒ (م ۱۳۶ھ)، ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) سے روایت کرنے میں کبھی کسی روایت میں نامعلوم شخص کو داخل کریں، تو صرف وہ خاص نامعلوم شخص کی روایت متروک ہوگی۔ لیکن اس نامعلوم فرد کی روایت کی وجہ سے، ان کی ابراہیم النخعیؒ سے مروی دیگر روایات پر کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اور ان کی ان سے دیگر روایات صحیح وسالم ہونگی یہاں تک وہ نامعلوم شخص دیگر روایت میں بھی ظاہر ہوجائے۔

کیونکہ حافظ مغیرۃ بن مقسمؒ (م ۱۳۶ھ)، ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) سے روایت کرنے میں ثقہ، مشہور، معروف، مکثر،

---

(۱) امام مسلمؒ (م ۲۶۱ھ) کے الفاظ یہ ہیں: فيقال له: فإن كانت العلة في تضعيفك الخبر، وتركك الاحتجاج به إمكان الإرسال فيه، لزمك أن لا تثبت إسنادا معنعنا حتى ترى فيه السماع من أوله إلى آخره" وذلك أن الحديث الوارد علينا بإسناد هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة فبيقين نعلم أن هشاما قد سمع من أبيه، وأن أباه قد سمع من عائشة، كما نعلم أن عائشة قد سمعت من النبي صلى الله عليه وسلم، وقد يجوز إذا لم يقل هشام في رواية يرويها عن أبيه: سمعت، أو أخبرني، أن يكون بينه وبين أبيه في تلك الرواية إنسان آخر، أخبره بها عن أبيه، ولم يسمعها هو من أبيه، لما أحب أن يرويها مرسلا، ولا يسندها إلى من سمعها منه، وكما يمكن ذلك في هشام، عن أبيه، فهو أيضا ممكن في أبيه، عن عائشة، وكذلك كل إسناد لحديث ليس فيه ذكر سماع بعضهم من بعض، وإن كان قد عرف في الجملة أن كل واحد منهم قد سمع من صاحبه سماعا كثيرا، فجائز لكل واحد منهم أن ينزل في بعض الرواية، فيسمع من غيره عنه بعض أحاديثه، ثم يرسله عنه أحيانا، ولا يسمي من سمع منه، وينشط أحيانا فيسمي الذي حمل عنه الحديث ويترك الإرسال، وما قلنا من هذا موجود في الحديث مستفيض، من فعل ثقات المحدثين وأئمة أهل العلم۔ (**صحیح مسلم: ج ۱: ص ۳۰، ت فوائد عبدالباقی**)

اثبت الناس، اور اعلم الناس ہیں۔ نیز وہ "صاحب ابراھیم" کی حیثیت سے معروف ومشہور ہیں۔

لہذا "مغیرۃ عن ابراھیم" کی روایات مقبول ہونگی اور ان روایات میں مغیرہؒ کا "عنعنہ" پر اعتراض فضول ہوگا۔

- یہی وجہ ہے کہ امام ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے کہا: "إمام ثقة، لكن لين أحمد بن حنبل روايته عن ابراهيم النخعي فقط، مع أنها في الصحيحين"۔ (میزان الاعتدال: ج۴: ص۱۶۵)،
- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) نے کہا: "أحد الأئمة متفق على توثيقه لكن ضعف أحمد بن حنبل روايته عن إبراهيم النخعي خاصة قال كان يدلسها وإنما سمعها من حماد قلت ما أخرج له البخاري عن إبراهيم إلا ما توبع عليه واحتج به الأئمة"۔ (ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری: ص۴۴۵)،
- محدث شعیب الانؤوط اور
- محدث بشار العواد معروف حفظہ اللہ نے کہا:

"قوله: "كان يدلس ولا سيما عن إبراهيم"، فيه نظر من وجهين، الأول: أنه لم يذكر بتدليس عن غير إبراهيم، وثانيهما أن أحمد ومحمد بن فضيل هما اللذان قالا بأنه يدلس عن إبراهيم، وهذا القول رده أبو داود، فذكر أن المغيرة لا يدلس، وأنه سمع من إبراهيم مئة وثمانين حديثا، وقال ابن المديني: لا أعلم أحدا يروي في المسند عن إبراهيم ما روى الأعمش، ومغيرة كان أعلم الناس بإبراهيم ما سمع منه وما لم يسمع، لم يكن أحد أعلم به منه، حمل عنه وعن أصحابه. وقد أخرج الشيخان من روايته عن إبراهيم من غير تصريح بالسماع البخاري (3287) و (3742) و (3743) و (3761) و (6278)، وقد توبع عليه عنده، ومسلم (133) و (824) (283) و (2193)، فدلل ذلك على قبول الشيخين لروايته من غير تصريح، والله أعلم"۔ (تحریر تقریب التہذیب: رقم ج۳: ص۴۱۱)،

خلاصہ:

ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) کی روایات میں مشہور، معروف، مکثر، اثبت الناس اور اعلم الناس میں مغیرۃ بن مقسمؒ (م۱۳۶ھ) بھی شامل ہیں اور ابراہیم سے مروی روایات میں بھی، ان کا "عنعنہ" مقبول ہے، واللہ اعلم۔

یاداشت